ہفتہ 3- اکتوبر 1998ء

احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے

روزنامہ
الفضل ربوہ
ایڈیٹر: عبدالسمیع خان

CPL 61

213029

ہفتہ 3- اکتوبر 1998ء 11 جمادی الثانی 1419 ہجری - 3- اخاء 1377 ہش جلد 48-83 نمبر 219

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خدمت دین

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایک آدمی مال غنیمت کے لئے جہاد میں شریک ہوتا ہے اور ایک آدمی اپنی شہرت کے لئے اور ایک آدمی اپنی شجاعت کے اظہار کے لئے۔ ان میں سے کون سا خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا قرار پائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ وہ شخص جو اس لئے جہاد کرتا ہے کہ خدا کا کلمہ دنیا میں بلند ہو در حقیقت صرف وہی خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب من قاتل لتكون كلمة الله هی العلیا)

ارشادات عالیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

اللہ تعالیٰ کے بندے جو دین کو دنیا پر مقدم کر لیتے ہیں۔ ان کے ساتھ وہ رأفت اور محبت کرتا ہے' چنانچہ خود فرماتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ بندوں پر بڑی شفقت کرنے والا ہے)

یہ وہی لوگ ہیں جو اپنی زندگی کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی راہ میں وقف کر دیتے ہیں اور اپنی جان کو خدا کی راہ میں قربان کرنا' اپنے مال کو اس کی راہ میں صرف کرنا اس کا فضل اور اپنی سعادت سمجھتے ہیں' مگر جو لوگ دنیا کی املاک و جائیداد کو اپنا مقصود بالذات بنا لیتے ہیں' وہ ایک خوابیدہ نظر سے دین کو دیکھتے ہیں' مگر حقیقی مومن اور صادق (-) کا یہ کام نہیں ہے۔ سچا (دین) یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی ساری طاقتوں اور قوتوں کو مادام الحیات وقف کر دے' تاکہ وہ حیات طیبہ کا وارث ہو' چنانچہ خود اللہ تعالیٰ اس للہی وقف کی طرف ایماء کر کے فرماتا ہے۔ (جو بھی اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دے اور وہ نیک کام کرنے والا ہو تو اس کے رب کے ہاں اس کا بدلہ مقرر ہے اور ان لوگوں کو نہ آئندہ کے متعلق کسی قسم کا خوف ہو گا اور نہ وہ کسی سابق نقصان پر غمگین ہوں گے) اس جگہ (جو بھی اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دے) کے معنی یہی ہیں کہ ایک نیستی اور تذلل کا لباس پہن کر آستانہ الوہیت پر گرے اور اپنی جان' مال' آبرو غرض جو کچھ اس کے پاس ہے۔ خدا ہی کے لئے وقف کرے اور دنیا اور اس کی ساری چیزیں دین کی خادم بنا دے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 364)

خدمتِ دین کے لئے زندگی وقف کریں

(حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی)

ایک خاص جماعت کا ہونا بھی ضروری ہے جو (دین) کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کر دے اس کی طرف میں نے جماعت کو متواتر توجہ دلائی ہے کچھ نوجوان آگے آئے ہیں مگر جس حد تک ضروری ہے اس حد تک نہیں (-) اس لئے زیادہ سے زیادہ نوجوانوں کی ضرورت ہے جو اپنی زندگیوں کو دین کے لئے وقف کریں۔

اس سلسلہ میں جماعت کے دوستوں کو ایک اور امر کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں۔ جس کی طرف پہلے توجہ نہیں۔ اور پہلے میں نے اسے بیان بھی نہیں کیا۔ ہر شخص جو اپنی زندگی وقف کرتا ہے۔ اس کے وقف کرنے کے یہ معنے نہیں کہ اس کا وقف ضرور قبول کر لیا جائے۔ پیش کرنے والوں میں سے جو کام کے لئے موزوں سمجھے جاتے ہیں۔ ان کو لے لیا جاتا ہے۔ اور باقی کو چھوڑ دیا جاتا ہے لیکن جو شخص ایک دفعہ اپنی زندگی وقف کرتا ہے وہ خدا کے ہاں ہمیشہ ہی واقف سمجھا جاتا ہے۔ میرے اسے رد کرنے کے یہ معنے نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے ہاں بھی رد ہو گیا۔ چاہے ہم اسے قبول نہ کریں۔ وہ خدا تعالیٰ کے ہاں واقف ہے۔ چاہے وہ باہر جا کر کوئی اور نوکری ہی کر رہا ہو۔ جب بھی وقف زندگی کے لئے جماعت سے مطالبہ کیا جائے۔ اس کا فرض ہے کہ پھر اپنے آپ کو پیش کرے۔ خواہ پھر رد کر دیا جائے۔ اور رد کرنے کی صورت میں اگر وہ کوئی اور کام بھی کرتا ہے تو اس کا فرض ہے کہ زیادہ سے زیادہ وقت وہ دین کی خدمت میں صرف کرے۔ ورنہ وہ شدید وعدہ خلافی کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ جب ایک شخص خدا تعالیٰ کے ساتھ وعدہ کرتا ہے۔ کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف کرتا ہے اور پھر امام جماعت بلکہ نبی کے رد کر دینے پر بھی وہ سمجھتا ہے کہ چونکہ مجھے قبول نہیں کیا گیا۔ اس لئے میں آزاد ہوں۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ وعدہ خلافی کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ بلکہ اپنے آپ کو پیش کر دینا تو درکنار جو شخص اپنے دل میں بھی یہ فیصلہ کرتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کے لئے وقف ہوں۔ تو پھر کسی وقت بھی اس کا اپنے آپ کو وقف کی ذمہ داریوں سے آزاد سمجھنا شدید وعدہ خلافی ہے۔ کسی کا اسے قبول کرنے سے انکار اس کے وقف کو نہیں بدل سکتا۔ اس کے رد کرنے کے معنے تو صرف یہ ہیں کہ وہ اس خاص جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا۔ جس سے اس وقت کوئی کام لیا جانا ہے۔ اور یہ عدم شمولیت اس کے وقف کو بدل نہیں سکتی۔ بلکہ جس دن سے کوئی وقف کا ارادہ کرتا ہے وہ چاہے اس ارادہ کا اظہار بھی کسی کے سامنے نہ کرے۔ وہ خدا تعالیٰ کے ہاں واقف ہے اور اس سے کسی صورت میں بھی اپنے آپ کو آزاد سمجھنا وعدہ خلافی ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اکتوبر 1943ء)

احکم الحاکمین کا ملازم

ماحول قادیان کے ایک معمر ہندو نے حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی کو حضرت مسیح موعود کے عہد شباب کے واقعات سنائے۔ اس نے بتایا کہ آپ کے والد ماجد (حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب) کو آپ کی خلوت نشینی اور سادگی کے باعث بڑا فکر دامنگیر رہتا تھا کہ ان حالات میں آپ کی شادی کر دی گئی تو بیوی بچے کہاں سے کھائیں پیئیں گے آپ فرماتے بڑے بڑے انگریز وں افسروں حاکموں سے میری ملاقات ہے وہ ہمارا لحاظ کرتے ہیں میں تم کو ملازمت کے لئے چٹھی لکھ دیتا ہوں مگر آپ جواب دیتے "ابا بھلا بتلاؤ تو سہی کہ

افسروں کے افسر اور مالک الملک احکم الحاکمین کا ملازم ہو اور اپنے رب العالمین کا فرمانبردار ہو اس کو کسی ملازمت کی کیا پرواہ ہے؟"

(تذکرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ 32-33 مولفہ حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی۔ اشاعت 25- دسمبر 1921ء قادیان)

معلمین کلاس

○ معلمین کلاس جنوری 1999ء میں شروع ہو گی۔ جو خدام میٹرک پاس ہوں۔ خدمت دین کا جذبہ اور شوق بھی رکھتے ہوں وہ اپنی زندگیاں دین کی خاطر وقف کریں۔ اور اپنی درخواستیں درج ذیل کوائف پر مشتمل مقامی صدر صاحب کی تصدیق سے ناظم ارشاد وقف جدید کو 30- نومبر 1998ء تک ارسال فرماویں۔

نام۔ ولدیت۔ سکونت۔ عمر۔ تعلیم۔ مع سند کی فوٹو کاپی دینی مطالعہ۔ تاریخ بیعت۔

(ناظم ارشاد وقف جدید۔ ربوہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ	پبلشر: آغا سیف اللہ - پرنٹر: قاضی منیر احمد مطبع: ضیاء الاسلام پریس - ربوہ مقام اشاعت: دار النصر غربی - ربوہ	قیمت 2 روپے 50 پیسے

جنت میں لے جانے والا عمل عبادت ہے

حضرت ابوایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے رسول! کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں لے جائے اور آگ سے دور کر دے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ کی عبادت کر' اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرا' نماز پڑھ' زکوٰۃ دے اور صلہ رحمی کر یعنی رشتہ داروں کے ساتھ پیار و محبت سے رہ۔ (بخاری کتاب الادب باب فضل صلۃ الرحم)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں

آگ سے دور لے جانے والا عمل بنیادی طور پر عبادت ہے فرمایا عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا۔ نماز پڑھ' سب سے پہلے عبادت کا ذکر ہے۔ حالانکہ نماز بھی ایک عبادت ہے یہ نہیں فرمایا کہ نماز پڑھ بلکہ پہلے فرمایا عبادت کر اور عبادت ہی دراصل وہ بنیادی انسان کی صفت ہے جو اسے خدا کا بندہ بناتی ہے۔ اگر عبادت کے ذریعے خدا کا بندہ نہ بنے تو وہ نمازیں ادا کر ہی نہیں سکتا یہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی عظیم شان ہے کہ ہر مسئلے کو اس کی بنیاد سے پکڑتے ہیں۔ عبادت دراصل فرائض سے پہلے شروع ہو چکی ہوتی ہے۔ عبادت کا گہرا تعلق انسان کی نیت سے ہے۔ اگر ایک انسان نیت کے لحاظ سے اللہ کے حضور اپنے آپ کو ایک عبد کے طور پر پیش کرنے کا ارادہ کرے تو وہیں سے اس کی عبادت شروع ہو جاتی ہے اور اس ارادے کے بغیر جو خالصتاً للہ ہو جو اپنے سارے وجود کو خدا کے حضور پیش کرنے کا ارادہ ہو اس بنیاد پر اگر یہ بنیاد نہ ہو تو کسی اور بنیاد پر' یہ میرا مطلب ہے' اگر یہ عبادت نماز کی بنیاد نہ بنے' یعنی وہ عبادت جو نماز کے فرائض ادا کرنے سے پہلے شروع ہو چکی ہے' تو ہر دوسری بنیاد جس پر نماز کو قائم کیا جائے گا ایک کھوکھلی بنیاد ہو گی۔ اس لئے اپنی نمازوں پر غور کر کے دیکھیں تو آپ کو یہی معلوم ہو گا کہ نماز سے پہلے خدا تعالیٰ کی خاطر اپنے آپ کو وقف کرنے کی روح موجود ہو' تو پھر نماز کے معنے بنتے ہیں۔ اگر وہ روح نہ ہو تو نماز کے کوئی معنی نہیں بنتے کیونکہ یہ روح جس بندے میں ہو وہ اس طرح نماز کی طرف دوڑتا ہے جیسے بھوکا کھانے کی طرف دوڑتا ہے۔ کھانے کی اشتہاء اس کی فطرت میں ہے۔ یہ بھوک اسے مجبور کرتی ہے کہ وہ کھانے کی طرف دوڑے خواہ وہ معمولی کھانا ہی ہو لیکن جس طرح بھی بن سکے اپنی فطری خواہش کو اشتہا کو بجھا سکے۔ اگر نماز کی طرف اس طرح دوڑنا ہے تو پھر ہر دوسری ضرورت اس کے مقابل پر کوئی بھی حیثیت نہیں رکھے گی اور آپ کو سخت پیاس لگی ہو اور آپ کو آپ کے ساتھی کسی کھیل کی طرف بلا رہے ہیں کہ چھوڑو پانی کو دفع کرو' آؤ یہ کھیل کھیلتے ہیں تو کون ہے جو اس کھیل کی طرف توجہ کرے گا' اس پہ تھوکے گا بھی نہیں۔ کوئی اور ضرورت اپنے ذہن میں' تصور میں لا کر دیکھیں آپ کو ہمیشہ یہی جواب ملے گا کہ وہ بنیادی' مرکزی ضرورت جو دل میں ایک اشتہا پیدا کر دیتی ہے اس سے ٹکرانے والی ہر دوسری دلچسپی کی چیز اپنے معنی کھو دیتی ہے۔ اس میں کوئی بھی دلچسپی باقی نہیں رہتی۔ پس اگر نماز کے وقت' ذہن میں نماز کی اہمیت ایک فطری تقاضے کے طور پر نہ ہو' ایسے تقاضے کے طور پر نہ ہو جس کے مقابل پر ہر دوسرا تقاضا بے معنی ہو جاتا ہے تو پھر یہ نماز خالصتاً للہ نہیں رہتی اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا یہ فرمانا کہ اللہ کی عبادت کر اور اس کا شریک نہ ٹھہرا۔ یہ فرمانا کچھ بھی معنی نہیں رکھے گا اگر جو بات میں بیان کر رہا ہوں یہ ایک لازمی حقیقت نہ ہو۔ خدا کا شریک نہ ٹھہرا' دراصل اس عبادت سے شروع ہوتا ہے کیونکہ جو شخص عبادت کا یہ مضمون سمجھ لے جو میں عرض کر رہا ہوں کہ اگر خدا کی خاطر اس موقع پر جب کہ عبادت کا مقام اور مرتبہ انسان پر ظاہر ہو چکا ہو' انسان اس طرح نہ دوڑے جس طرح پیاسا پانی کی طرف دوڑتا ہے اور بھوکا کھانے کی طرف دوڑتا ہے تو پھر اس عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ وہ عبادت کا حق ایک ظاہری رسم بن جائے گا اور فطرت اس کو دھتکار دے گی اور اس عبادت کی طرف متوجہ ہونے کو جھوٹا قرار دے گی۔ اس کے ساتھ ہی حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ شرک نہ کرے یہ نکتہ ہے جو ایسا گہرا نکتہ ہے جو عبادت کے مقام کو بھی ظاہر کرنے والا ہے اور توحید باری تعالیٰ کے مقام کو بھی ظاہر کرنے والا ہے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے آپ کی طبعی ضرورت' جب ابھرتی ہے تو اس کے ساتھ کسی اور کے شریک ہونے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ ناممکن ہے کہ ایک انسان پانی کی ایک بوند کو ترستا ہوا مر رہا ہو اور پانی کے سوا اس کا کوئی رشتہ کوئی خواہش' کوئی دنیاوی تقاضا اس کے دل کو پانی کی بجائے کسی اور طرف پھیر سکے۔ تو اگر آپ نے مشرک نہیں بننا' اگر آپ نے توحید پر قائم ہونا ہے تو عبادت سے پہلے یہ نکتہ سمجھیں کہ توحید باری تعالیٰ کا قیام لازم قرار دیتا ہے کہ ظاہری عبادت کو ادا کرنے سے پہلے انسان فطرتاً عبد بن چکا ہو اور اس کے دل کی گہرائی سے اپنے خدا کی رفعت اور عظمت اس طرح بلند ہو کہ جب بھی کوئی چیز اس کے مقابل پر آئے وہ خود بخود اس سے ٹکرا کر پارہ پارہ ہو جائے اور سوال ہی پیدا نہ ہوتا ہو کہ خدا تعالیٰ کی عظمت کے مقابل پر دنیا کی کوئی دلچسپی بھی آپ کے نزدیک کوئی اہمیت رکھے۔ پس حضور اکرم ﷺ نے دیکھو کیسا پیارا جواب دیا۔ فرمایا کہ ایسے شخص کو چاہئے کہ اللہ کی عبادت کرے اور اس کا کوئی شریک نہ ٹھہرائے اور پھر فرمایا نماز پڑھ' زکوٰۃ دے یعنی تمام (دینی) تعلیم کا ذکر اس عبادت کے بعد شروع ہوا ہے جس عبادت کی کچھ تفصیل میں نے آپ کو اب سمجھائی ہے اور زکوٰۃ' روزہ' ہر چیز بعد میں آتی ہے۔ اگر یہ عبادت نہیں جو عبادت کی بنیاد بنتی ہے تو پھر کوئی عمارت بھی اس پر تعمیر نہیں ہو سکتی۔

(الفضل 6 جولائی 98ء)

ترے عمل ہی نہ بولیں تو بولنا کیا ہے

فقط زباں سے ہوا کو ٹٹولنا کیا ہے
ترے عمل ہی نہ بولیں تو بولنا کیا ہے

ذرا خیال تو کر آبِ جوئے شیریں میں
کلامِ تلخ سے یہ زہر گھولنا کیا ہے

مبلغینِ محبّت سے بے رخی صد حیف
شگفتہ پھولوں کو کانٹوں پہ تولنا کیا ہے

یہ عقلمندی کہاں کی ہے اے دلِ ناداں
جنوں کی گرہوں کو ناخن سے کھولنا کیا ہے

جگر کا خوں بھی ہے اشکوں میں دیکھ اے تنؔویر
یہ سُچے لعلوں کو مٹی میں رولنا کیا ہے

روشن دین تنؔویر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مکرم سید قمر سلیمان احمد صاحب

قسط اوّل

حضرت میر ناصر نواب صاحب

اے دوستو ناصر کی کہانی سن لو
ہے اس پر خدا کی مہربانی سن لو
ہر چیز کو ہے موت و تغیر درپیش
مولیٰ کی ہے ذات جاودانی سن لو

حضرت سید میر ناصر نواب صاحب والد ماجد حضرت سیدہ اماں جان نصرت جہاں بیگم صاحبہ اپنے خود نوشت حالات زندگی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بچپن میں ان کے والد میر ناصر امیر صاحب کا انتقال ہو گیا تھا۔ انہی دنوں دلی سخت مصائب کا شکار تھی۔ انگریزی حکومت سلطنت مغلیہ کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کو جلاوطن کر کے ہندوستان کا کنٹرول حاصل کر رہی تھی۔ 1857ء کے سال میں دلی کے معزز خاندانوں پر قیامت گزر رہی تھی۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب کی عمر اندازاً دس گیارہ برس کی تھی۔ یتیمی کا تازہ صدمہ ابھی کمزور نہیں ہوا تھا کہ سارے خاندان کو سخت پریشانی کے عالم میں دلی سے رخصت ہونا پڑا۔

آپ فرماتے ہیں۔

"چند ماہ کے محاصرہ کے بعد دلی انگریزوں نے فتح کر لی اور باغی فوج وہاں سے بھاگ گئی۔ دلی والوں کی شامت آئی۔.... فتح مندوں نے شہر کو برباد کر دیا اور فتح کے شکریہ میں صدہا آدمیوں کو پھانسی پر چڑھا دیا..... شہر کے لوگ ڈر کے مارے شہر سے نکل گئے۔ اور جو نہ نکلے وہ جبراً نکالے گئے۔ اور قتل کئے گئے۔ یہ عاجز بھی ہمراہ اپنے کنبہ کے دلی دروازہ کی راہ سے باہر نکل گیا۔ چلتے وقت لوگوں نے اپنی عزیز چیزیں جن کو اٹھا سکے ہمراہ لے لیں۔ میری والدہ صاحبہ نے اللہ ان کو جنت نصیب کرے میرے والد کا قرآن شریف جو اب تک میرے پاس ان کی نشانی موجود ہے اٹھا لیا۔ شہر سے نکل کر ہمارا قافلہ سر بصحرا چل نکلا۔ اور رفتہ رفتہ قطب صاحب پر جو دلی سے گیارہ میل پر ایک مشہور خانقاہ ہے۔ جا پہنچا۔ وہاں پہنچ کر ایک دو روز ایک حویلی میں آرام سے بیٹھے رہتے تھے۔ کہ دنیا نے ایک اور نقشہ بدلا۔ یکایک پارسن صاحب افسر رسالہ معہ مختصر اردل کے قضا کی طرح ہمارے سر پر آ پہنچے۔ اور دروازہ کھلوا کر ہمارے مردوں پر بندوقوں کی ایک باڑھ ماری۔ اور جس کو گولی نہ لگی اس کو تلوار سے قتل کیا۔ یہ نہیں پوچھا کہ تم کون ہو۔ ہماری طرف کے ہو یا دشمنوں کے طرفدار ہو۔ اسی یکطرفہ لڑائی میں میرے چند عزیز راہی ملک عدم ہو گئے۔ پھر حکم ملا کہ فوراً یہاں سے نکل جاؤ۔ حکم حاکم مرگ مفاجات۔ ہم سب زن و مرد و بچہ اپنے مردوں کو بے گور و کفن چھوڑ کر رات کے اندھیرے میں حیران و پریشان وہاں سے روانہ ہوئے۔"

(حیات ناصر ص 3، 4)

ان حالات میں دلی سے نکل کر حضرت میر صاحب کا خاندان اپنے ماموں جو محکمہ نہر میں ڈپٹی کلکٹر تھے کے یہاں پانی پت چلا گیا جہاں دو، اڑھائی سال سکون سے کٹے۔

حضرت میر صاحب کی عالی ہمت والدہ، جنہوں نے گھر سے نکلتے ہوئے بے سروسامانی کے عالم میں صرف قرآن مجید اٹھانے پر ہی اکتفا کیا، کا نام روشن آراء بیگم تھا۔ میر صاحب کا خاندان دلی کے خاندانوں میں خاص طور پر معزز شمار ہوتا تھا۔ آپ کے والد میر ناصر امیر صاحب دلی کے مشہور صوفی حضرت خواجہ میر درد کے جانشین خواجہ سید محمد نصیر کے نواسے تھے اور ان کی وفات کے بعد ان کی گدی پر سجادہ نشین ہوئے۔

صوفیاء کا یہ خاندان بخارا سے ہجرت کر کے ہندوستان وارد ہوا۔ یہ شاہ جہاں کا زمانہ تھا اور سب سے پہلے ایک بزرگ خواجہ محمد نصیر نقشبندی، جو حضرت بہاؤالدین نقشبند کی نسل سے تھے۔ ہندوستان آکر آباد ہوئے۔ آپ شاہ شجاع کے ساتھ بنگال تشریف لے گئے۔ اور جب اورنگزیب اور شاہ شجاع کی افواج کا الہ آباد اور اٹاوہ کے بیچ مقابلہ ہوا تو آپ مستورات کی حفاظت کرتے ہوئے مولیٰ کو پیارے ہو گئے۔

اسی خاندان میں مشہور صوفی حضرت خواجہ محمد ناصر عندلیب پیدا ہوئے۔ آپ نے نوجوانی کے عالم میں ہی دنیوی جاہ و حشمت اور آرام و آسائش ترک کر کے دلی کے قریب ایک قصبے برمدہ کے نالہ میں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ یہیں آپ کے ساتھ آپ کا تمام خاندان آرام و آسائش چھوڑ کر درویشی کی زندگی کے مزے لوٹنے آ پہنچا۔

ایک بشارت

خواجہ محمد ناصر نے یہاں سخت ریاضتیں شروع کر دیں۔ اور آخر کار ایک روز بذریعہ کشف آپ کو ولایت عطا کی گئی۔ اور ایک بزرگ نے کشف میں آپ کو ایک عظیم الشان خبر سے نوازا کہ۔

"ایک خاص نعمت تھی۔ جو خانوادہ نبوت نے تیرے واسطے محفوظ رکھی تھی۔ اس کی ابتداء تجھ پر ہوئی ہے اور انجام اس کا مہدی موعود پر ہو گا۔"

(سیرت حضرت اماں جان ص 70)

خواجہ محمد ناصر نے یہ عظیم الشان بشارت سننے کے بعد سب سے پہلے اپنے تیرہ سالہ بیٹے خواجہ میر درد کی بیعت لی اور صوفیاء کے ایک نئے طریق "طریق محمدیہ" کی بنیاد ڈالی۔

حضرت میر ناصر نواب صاحب حضرت خواجہ میر درد صاحب کے نواسے حضرت میر ناصر امیر صاحب کے صاحبزادے تھے۔ اور وہ خوشخبری جو خواجہ محمد ناصر صاحب کو عطا کی گئی تھی میر صاحب کی دختر حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کی حضرت مسیح موعود سے شادی کے رنگ میں پوری ہوئی۔ فالحمد للہ۔

ابتدائی حالات

حضرت میر صاحب کی پیدائش اغلباً 1846ء کی ہے۔ اپنے بچپن کے بارہ میں خود بیان فرماتے ہیں۔ "ایک زمانہ آیا کہ میں پیدا ہوا۔ اور دہلی شہر میں جنم لیا۔ خواجہ میر درد کے گھرانے میں پیدا ہو کر نشوونما پایا۔ اور ان کی بارہ دری میں کھیل کود کر بڑا ہوا۔ ان کی مسجد میں پڑھا کرتا تھا۔ ماں باپ کے سایہ میں پرورش پا رہا تھا۔ کوئی فکر واندیشہ دامنگیر نہ تھا۔ کہ ناگہاں میرے حال میں ایک تبدیلی پیدا ہوئی۔ جس کا بظاہر کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اتفاقاً میرے والد ماجد کسی کام کے لئے بنارس تشریف لے گئے۔ اور شاہ آباد آرہ میں ہیضہ سے ان کا انتقال ہو گیا۔ اور میں مع اپنی دو ہمشیرہ کے یتیم رہ گیا۔" (حیات ناصر ص 2)

جیسا کہ قبل ازیں ذکر گزر چکا ہے میر صاحب کا خاندان 1857ء میں دلی سے ہجرت کر کے پانی پت اپنے ماموں جو محکمہ نہر میں ڈپٹی کلکٹر تھے کے پاس دو، اڑھائی سال تک رہے۔ حالات سنبھلنے پر خاندان واپس دلی آیا لیکن جلد ہی آپ کی والدہ نے آپ کو اپنے چھوٹے بھائی میر ناصر حسین صاحب کے پاس جو ضلع گورداسپور میں مادھوپور کے مقام پر محکمہ نہر ہی میں ملازم تھے بھجوا دیا جہاں آپ نے ابتدائی تعلیم شروع کی۔

16 سال کی عمر میں حضرت میر صاحب کی شادی ایک شریف سادات خاندان میں طے کر دی گئی۔ آپ کی اہلیہ محترمہ سیدہ بیگم صاحبہ بہت شریف النفس اور خاوند کی خدمت گزار خاتون تھیں۔ حضرت میر صاحب ان سے ہمیشہ خوش رہے۔ اپنی ایک نظم میں جو میر صاحب نے اپنی اہلیہ کی تعریف میں لکھی یوں فرماتے ہیں۔

اے میرے دل کی راحت میں ہوں ترا فدائی
تکلیف میں نے ہرگز تجھ سے کبھی نہ پائی
صورت سے تیری بڑھ کر سیرت میں دلربائی
میں ہوں شکستہ خاطر اور تو ہے مومیائی
مجھ کو نہ چین تجھ بن بے میرے سکھ نہ تجھ کو
میں تیرے غم کی دارو تو میری ہے دوائی
شرمندہ ہوں میں تجھ سے، مجھ سے نہیں خجل تو
مجھ میں وہی کدورت، تجھ میں وہی صفائی
تو نے کرم کیا ہے میرے ستم کے بدلے
دیکھی نہ تجھ سے میں نے اک ذرہ بے وفائی

اور پھر کہتے ہیں۔

"جب وقتِ موت آوے بے خوف ہم سدھاریں
دل پر نہ ہو ہمارے اندوہ ایک رائی
مہدی کے مقبرے میں ہم پاس پاس سوئیں
دنیا کی کشمکش سے ہم کو ملے رہائی"

(حیات ناصر ص 57، 58، 59)

اپنی اہلیہ کے بارہ میں اپنی خود نوشت میں فرماتے ہیں۔

"اس بابرکت بیوی نے جس سے میرا پالا پڑا تھا۔ مجھے بہت ہی آرام دیا۔ اور نہایت وفاداری سے میرے ساتھ اوقات بسری کی۔ اور ہمیشہ مجھے نیک صلاح دیتی رہی۔ اور کبھی بے جا مجھ پر دباؤ نہیں ڈالا۔ نہ مجھ کو میری طاقت سے بڑھ کر تکلیف دی۔"

(حیات ناصر ص 5)

اسی بابرکت شادی کے نتیجہ میں حضرت میر صاحب کے گھر حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ جیسی عظیم الشان بیٹی نے 1865ء میں شادی کے تین سال بعد جنم لیا۔

اولاد

حضرت میر صاحب کے گھر اس کے بعد پانچ بچے پیدا ہوئے اور باری باری پانچوں ہی خدا کو پیارے ہو گئے۔ حضرت میر صاحب اور آپ کی اہلیہ نہایت صبر کے ساتھ خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے۔ بالآخر 1881ء میں آپ کے یہاں ایک زندہ رہنے والا، نافع الناس وجود پیدا ہوا جس کا نام محمد اسماعیل رکھا گیا۔ جو بعد میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کے نام سے اور "بڑے ماموں جان" کے لقب سے معروف ہوئے۔

حضرت میر محمد اسماعیل صاحب کی پیدائش کے بعد آپ کے یہاں پھر پانچ بچے پیدا ہو کر وفات پا گئے۔ آخر 1890ء میں لدھیانہ میں آپ کے یہاں پھر ایک لڑکے نے جنم لیا جس کا نام "محمد اسحاق" رکھا گیا۔ اور یہ بڑے ہو کر حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب کے نام اور چھوٹے ماموں جان کے لقب سے معروف ہوئے۔ اور سلسلہ کے ایک تبحر عالم کا مقام حاصل کیا ان کے نام کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت میر صاحب مولوی نذیر حسین دہلوی کے عقیدت مند تھے۔ ایک دفعہ لدھیانہ میں مولوی صاحب حضرت میر صاحب سے ملنے آئے تو میر صاحب نے حضرت میر محمد اسماعیل صاحب کو جو ابھی بچہ ہی تھے ان سے ملایا۔ انہوں نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

برائے کردن تنبیہ خساق۔ دوبارہ آمد اسماعیل و اسحاق

جس پر حضرت میر صاحب نے دوسرے بیٹے کا نام محمد اسحاق رکھ دیا۔

(سیرت اماں جان ص 177)

حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود کی پہلی شادی اپنی ایک رشتہ دار حرمت بی بی صاحبہ سے ہوئی تھی جن کے بطن سے حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب اور مرزا فضل احمد صاحب تھے۔ آپ کے ان اہلیہ سے خیالات نہ ملنے کی وجہ سے تعلقات وقت کے ساتھ ساتھ کم ہوتے چلے گئے اور اکثر اوقات آپ تنہا ہی رہا کرتے تھے۔ انہیں دنوں آپ کو اپنی دوسری شادی کے بارہ میں بار بار خبر دی گئی۔

حضرت میر ناصر نواب صاحب کی شادی جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے 16 سال کی عمر میں ہو گئی تھی۔ اس وقت ان کی کوئی خاص آمدنی نہیں تھی۔ شادی کے تین سال کے بعد حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کی پیدائش کے ساتھ ہی آباؤ اجداد کی رہی سہی جائیداد میں سے ایک جائیداد مالیتی پانچ ہزار روپے آپ کو بغیر کسی تنگ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ودو کے مل گئی اور اس طرح پندرہ روپے ماہوار کی آمدنی شروع ہو گئی۔

1865ء میں جبکہ آپ کی عمر 21 سال تھی آپ کی والدہ نے آپ کو اپنے ماموں ناصر حسین صاحب کے پاس دوبارہ بھجوایا۔ جنہوں نے نقشہ نویسی اور نہر کا کام سکھلا کر 1866ء میں محکمہ نہر میں اوورسیئر کے طور پر ملازم کروادیا۔

دیانتداری

انہی دنوں آپ کی دیانتداری کا ایک عظیم الشان واقعہ رونما ہوا۔ ملازمت کے دوران افسران نے ایک قاعدہ کے تحت آپ سے مبلغ سو روپے کی ضمانت طلب کی۔ سب ساتھیوں نے یہ رقم داخل کروادی لیکن حضرت میر صاحب نے یہ کہہ کر معذرت کردی کہ میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے۔ یہ رقم جمع نہ کروانے کی صورت میں آپ کی ملازمت جانے کا اندیشہ تھا۔ لیکن آپ نے اس بات کی بالکل پرواہ نہیں کی۔ ساتھیوں نے سمجھایا لیکن آپ یہی جواب دیتے رہے کہ میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہاں سے لاؤں؟ محکمہ نہر وہ محکمہ ہے جہاں لوگ ناجائز ذرائع سے ہزاروں روپے کما رہے تھے۔ لیکن آپ ہر قسم کے ناجائز ذریعہ کو حرام سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب انگریز افسران کو اس بات کی خبر ہوئی کہ یہ شخص اتنا امین ہے کہ یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ رقم ادا نہ کرنے کی صورت میں نوکری جانے کا خدشہ ہے رقم نہیں جمع کرواسکتا تو وہ اتنے متاثر ہوئے کہ آپ کے لئے قاعدہ میں استثناء کر دیا۔ اور اس طرح خدا تعالیٰ نے ایک بڑی آزمائش میں آپ کو کامران فرمایا۔

اس ملازمت کے پیچھے دراصل خدا تعالیٰ کی ازل سے تحریر کردہ تقدیر کام کر رہی تھی۔ اور یہی ملازمت آپ کو حضرت اقدس مسیح موعود کے قریب لانے کا باعث بنی۔ آپ کی ملازمت ایسی تھی کہ مختلف جگہوں پر تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔ ضلع گورداسپور میں 'ستھیالی' کاہنووان اور تتلہ میں رہے۔ پھر آپ کی تبدیلی ضلع لاہور میں ہو گئی۔ وہاں سے انبالہ چھاؤنی پھر لدھیانہ 'پٹیالہ اور دوبارہ لدھیانہ اور پھر پٹیالہ سے فیروز پور تبادلہ ہوا۔ جہاں سے مشہور عیسائی پادری عبداللہ آتھم کے رشتہ داروں نے آپ کا تبادلہ اس وہم سے مردان کروادیا کہ کہیں آپ کے ذریعہ بقول ان کے حضرت مسیح موعود آتھم پر کوئی حملہ نہ کروادیں۔ مردان میں آپ کا دل نہ لگا اور وہاں سے آپ نے فرلو لے لی۔ اسی فرلو کے دوران آپ کی پنشن ہو گئی اور آپ مستقل قادیان آ بسے۔ یہ اندازاً 1894ء کا سال تھا۔

ملازمت کے اسی چکر کے دوران جب آپ قادیان کے قریب ایک گاؤں تتلہ میں نہر کی کھدوائی کروا رہے تھے۔ آپ کے تعلقات حضرت مسیح موعود کے بڑے بھائی حضرت مرزا غلام قادر صاحب سے اپنے ماموں ناصر حسین صاحب کی وساطت سے قائم ہوئے۔ اور ایک دفعہ جب آپ کی اہلیہ کچھ بیمار ہوئیں تو حضرت مرزا غلام قادر صاحب نے آپ کو قادیان لے جا کر اپنے بزرگ والد' حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب سے طبی مشورہ لینے کا مشورہ دیا۔

قادیان میں آمد

چنانچہ آپ پہلی دفعہ قادیان آئے اور حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب سے علاج کروایا۔ حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کی وفات کے بعد حضرت مرزا غلام قادر صاحب نے میر صاحب سے کہا کہ آپ گاؤں میں رہتے ہیں جہاں کا ماحول اچھا نہیں۔ اور میں چونکہ ملازمت کے سلسلہ میں اکثر گورداسپور رہتا ہوں اور میرا چھوٹا بھائی مرزا غلام احمد (سیدنا حضرت مسیح موعود) بالکل الگ تھلگ رہتے ہیں اس لئے آپ قادیان ہمارے گھر آجائیں اور آرام سے رہیں۔ چنانچہ میر صاحب اپنے اہل خانہ کے ہمراہ قادیان اٹھ آئے۔ اس وقت حضرت اماں جان کی عمر تقریباً تیرہ سال تھی۔ قادیان میں آپ بہت آرام سے رہے۔ انہی دنوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی اہلیہ نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو بتایا۔

"ان دنوں جب بھی تمہارے تایا گورداسپور سے قادیان آتے تھے تو ہمارے لئے پان لایا کرتے تھے۔ اور میں ان کے واسطے کوئی اچھا سا کھانا وغیرہ تیار کر کے بھیجا کرتی تھی۔ ایک دفعہ جو میں نے شامی کباب ان کے لئے تیار کئے اور بھیجنے لگی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ گورداسپور واپس چلے گئے ہیں جس پر مجھے خیال آیا کہ کباب تو تیار ہی ہیں۔ میں ان کے چھوٹے بھائی کو بھجوا دیتی ہوں۔ چنانچہ میں نے نائن کے ہاتھ تمہارے ابا کو (یعنی حضرت مسیح موعود کو) کباب بھجوا دیئے۔ اور نائن نے مجھے آکر کہا کہ وہ بہت ہی شکر گزار ہوئے۔ انہوں نے بڑی خوشی سے کباب کھائے اور اس دن انہوں نے گھر سے آیا ہوا کھانا نہ کھایا۔"

(سیرۃ المہدی حصہ دوم ص 110)

ان دنوں میں حضرت میر صاحب حضرت مسیح موعود کے ساتھ زیادہ تعلقات نہ ہونے کے باوجود آپ کی نیکی اور تقویٰ سے از حد متاثر تھے۔

میر صاحب ان دنوں مسلمانوں کی حالت زار پر سخت پریشان تھے اور جہاں کہیں بھی مسلمانوں کے لئے کوئی امید کی کرن انہیں نظر آتی وہ فوراً خدمت کے لئے تیار ہو جاتے۔ آپ نے پہلے مولانا عبداللہ غزنوی صاحب کی بیعت کی۔ جب انجمن حمایت اسلام کا آغاز ہوا تو آپ اس کے پرجوش ممبر بن گئے اور ایک جلسہ میں آپ نے اپنی مشہور نظم۔

پھولوں کی گر طلب ہو تو پانی چمن کو دے
جنت کی گر طلب ہے تو زر انجمن کو دے

پڑھی اور اس پر انجمن کو بہت سا چندہ وصول ہوا۔

انہی دنوں حضرت مسیح موعود نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب "براہین احمدیہ" تصنیف فرمائی جس کی ایک کاپی میر صاحب نے بھی منگوائی۔ اس کے پڑھنے سے میر صاحب پر حضرت مسیح موعود کی بزرگی اور بھی آشکار ہوئی اور آپ نے حضرت صاحب کی خدمت میں دعا کے لئے ایک خط تحریر کیا جس میں ایک امر یہ بھی تھا کہ "دعا کریں۔ کہ خدا تعالیٰ مجھے نیک اور صالح داماد عطا کرے" اس پر حضرت مسیح موعود نے اپنا پیغام آپ کے یہاں بھجوایا۔ اور یوں دنیا کو امت واحدہ بنا لینے کی خدائی تقدیر کا آغاز ہوا۔

میر صاحب کو پہلے تو حضرت صاحب اور حضرت اماں جان کی عمروں میں تفاوت دیکھ کر انقباض پیدا ہوا۔ لیکن پھر حضرت مسیح موعود کی بزرگی اور تقویٰ کے خیال سے پیغام قبول کر لیا گیا اور یوں 1884ء میں حضرت اماں جان کا نکاح حضرت مسیح موعود سے دہلی میں مولوی نذیر حسین صاحب نے پڑھا۔

(جاری ہے)

یوسف سہیل شوق

تاریخ احمدیت کا ایک ورق

حضرت مسیح موعود کی تصنیف کتاب البریہ کی اشاعت

ایک عیسائی پادری مارٹن کلارک نے حضرت مسیح موعود کے خلاف اقدام قتل کا ایک جھوٹا مقدمہ 1897ء میں دائر کیا جس کی سماعت چند ماہ تک جاری رہنے کے بعد حضرت مسیح موعود کو کیپٹن ڈگلس کی عدالت نے بے گناہ قرار دے دیا اور حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ نے جو خوشخبری الہاماً عطا فرمائی تھی وہ پوری شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ اس زبردست آسمانی نشان سے دنیا کو روشناس کرانے اور آئندہ نسلوں کے ایمان کی تازگی کے لئے حضرت مسیح موعود نے کتاب البریہ تصنیف فرمائی جو جنوری 1898ء کو شائع ہوئی۔ حضور نے اس کتاب میں سرکاری کاغذات کے حوالے سے مقدمہ کی پوری تفصیل بیان فرمائی اور بڑی تفصیل سے ان تائیدات الٰہیہ کا بھی ذکر فرمایا جو اس مقدمہ کے دوران غیبی رنگ میں ظاہر ہوئی تھیں۔

حضرت مسیح موعود نے اس کتاب میں اس مقدمہ کی الٰہی حکمتیں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تا خدا تعالیٰ اس طور سے میری تاریخی مشابہت ثابت کرے۔ چنانچہ وہ تمام باتیں اس مقدمہ سے ثابت ہوئیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود نے اس تصنیف میں سات ایسی مماثلتیں بیان فرمائیں۔ اور کیپٹن ڈگلس کو پیلاطوس ثانی قرار دیا۔ یاد رہے کہ پیلاطوس رومی حکومت کا وہ اہلکار تھا جس نے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو صلیب دیئے جانے کا حکم دیا تھا۔ حضرت مسیح موعود نے ساتویں مشابہت کے ضمن میں ذکر فرمایا کہ "مجھے خدا تعالیٰ نے اس مقدمہ سے پہلے خبر دے دی اور ایک بڑی جماعت جو حاضر تھی سب کو وہ الہامات سنائے گئے اور جو حاضر نہیں تھے ان میں سے اکثر احباب کی طرف خط لکھے گئے تھے۔ اور یہ لوگ سو سے کچھ زیادہ ہیں۔

حضرت مسیح موعود نے اس کتاب میں ایک اور اہم موضوع بھی بیان فرمایا۔ وہ ہے آپ کا اپنے خاندانی اور ذاتی سوانح کا بیان۔ اس کے علاوہ آپ نے مختلف مذاہب کے درمیان مصالحانہ فضا پیدا کرنے کے لئے گورنمنٹ کی خدمت میں چند تجاویز بھی لکھیں۔ حضرت اقدس نے مخالفین کی قابل اعتراض تحریروں کا ذکر کر کے ان کے بالمقابل امن قائم کرنے کے لئے لکھا۔

"میرے نزدیک ایسی فتنہ انگیز تحریروں کے روکنے کے لئے بہترین طریق یہ ہے کہ گورنمنٹ عالیہ یا تو یہ تدبیر کرے کہ ہر ایک فریق مخالف کو ہدایت فرمادے کہ وہ اپنے حملہ کے وقت تہذیب اور نرمی سے باہر نہ جاوے اور صرف ان کتابوں کی بناء پر اعتراض کرے جو فریق مقابل کی مسلم اور مقبول ہوں۔ اور اعتراض بھی وہ کرے جو اپنی مسلم کتابوں پر وارد نہ ہو سکے۔ اور اگر گورنمنٹ عالیہ یہ نہیں کر سکتی تو یہ تدبیر عمل میں لاوے کہ یہ قانون صادر فرمادے کہ ہر ایک فریق صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کرے اور دوسرے فریق پر ہرگز حملہ نہ کرے۔ میں دل سے چاہتا ہوں کہ ایسا ہو اور میں جانتا ہوں کہ قوموں میں صلح کاری پھیلانے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی تدبیر نہیں کہ کچھ عرصے کے لئے مخالفانہ حملے روک دیئے جائیں۔ ہر ایک شخص صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اور دوسرے کا ذکر زبان پر نہ لاوے۔ اگر گورنمنٹ عالیہ میری اس درخواست کو منظور کرے تو میں یقیناً کہتا ہوں کہ چند سال میں تمام قوموں کے کینے دور ہو جائیں گے اور بجائے بغض' محبت پیدا ہو جائے گی۔ ورنہ کسی دوسرے قانون سے اگرچہ مجرموں سے تمام جیل خانے بھر جائیں مگر اس قانون کا ان کی اخلاقی حالت پر نہایت ہی کم اثر پڑے گا"۔

(کتاب البریہ (طبع اول صفحہ 10)
(روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 346)

فی الحقیقت یہ وہ اصول ہے جو مذاہب کے درمیان کی آویزشیں ختم کرنے کے لئے کامیاب ترین ذریعہ ہے دنیا بھر کی حکومتیں اگر ان باتوں پر اتفاق کر لیں تو دنیا سے مذہبی جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں۔ اور دنیا امن و چین کی جنت بن سکتی ہے۔ ورنہ سخت قوانین کے نفاذ سے تو صرف نفرتیں بڑھتی ہیں اور دلوں میں کینے بڑھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی بیان فرمودہ ترکیب سے دلوں کو محبتوں کی طرف مائل کیا جا سکتا ہے اور تلخیوں کو دھویا جا سکتا ہے۔ اور جو قانون دلوں کو نرم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا وہ کبھی بھی لڑائیاں ختم نہیں کرا سکتا۔ چاہے اس سے جیل خانے بھر جائیں۔

فی الحقیقت دنیا کے مسائل کا حل وہی شخص پیش کر سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لئے دنیا میں بھیجا ہو۔ ورنہ تو انسانی عقلیں بے کار اور بے معنی ہیں۔

عقل کو دین پہ حاکم نہ بناؤ ہرگز
یہ تو خود اندھی ہے گر نیّرِ الہام نہ ہو

☆......☆......☆......☆

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مکرم ریاض محمود باجوہ صاحب

شذرات

اخبارات و رسائل کے فکر انگیز اقتباسات

طرز معاشرت

مکرم جناب عنایت اللہ صاحب مدیر اعلیٰ ماہنامہ "حکایت" لاہور لکھتے ہیں۔

"افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان اسلامی ملک ہے لیکن اسلامی طرز حکومت اور طرز معاشرت سے بالکل ہی بیگانہ ہے۔ یہاں صلیبی ملکوں کا نظام چل رہا ہے۔ اگر ہم اسلام کا تھوڑا سا ہی لحاظ اور پاس کریں تو حکمرانوں کا عمل اس حدیث کے مطابق ہو جائے گا۔ "رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم قانون نافذ کرنے میں چھوٹے بڑے کو سامنے رکھتے ہو۔ پھر فرمایا کہ تم خدائی قوانین میں دخل اندازی کرتے ہو۔ تم سے پہلے کی قومیں اسی گناہ سے ہلاک ہوئی تھیں۔ ان میں رسم پڑ گئی تھی کہ کوئی بڑا آدمی کسی جرم کا ارتکاب کرتا تو اسے نظر انداز کر دیا جاتا اور کوئی غریب آدمی معمولی سا جرم کر بیٹھتا تو اس کو پکڑ کر انتہائی سزا دی جاتی تھی۔ خدا کی قسم، اگر میری بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کا ارتکاب کرتی تو میں اسے شریعت کے مطابق سزا دیتا۔" (مشکوٰۃ......)

ہم میاں نواز شریف سے یہ پوچھنے کی جرات کرتے ہیں کہ انہوں نے کچلے اور مسلے ہوئے اور سیاسی لیڈروں کے ہاتھوں فریب خوردہ عوام کو کھلی کچہریوں کے سوا کیا دیا ہے.... پولیس گردی کم ہونے کی بجائے بڑھتی جارہی ہے۔ کسی بے گناہ نے پولیس کے کسی کانسٹیبل سے اتنا کہہ دیا کہ وہ بے گناہ ہے اور اسے کوئی تلخ بات کہہ دی تو اسے تھانے میں زدوکوب کر کے اس کا حلیہ ہی بگاڑ دیا جاتا ہے۔ حوالاتوں میں مشتبہوں کو جان سے ہی مار کر باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ کسی نے مزاحمت کی تو اسے گولی مار کر اخباروں کو پولیس مقابلے کی خبر دے دی جاتی ہے۔

سڑکوں پر یعنی ہائی وے پر ڈاکو نا کے ایک معمول بن گیا ہے۔ لوگوں کے گھروں میں دن دیہاڑے ڈاکہ زنی کی کھلم کھلا وارداتیں ہو رہی ہیں۔ مظلوم اور لٹے پٹے لوگ تھانے جاتے ہیں تو انہیں وہاں سے بھگا دیا جاتا ہے اور اب تو ایسی خبریں ملنے لگی ہیں کہ شکایت کرنے والا ضد کرے کہ اس کی رپورٹ لکھی جائے تو اسے حوالات میں بند کر دیا جاتا ہے..... کیا آپ ان لوگوں سے توقع رکھ سکتے ہیں کہ وہ اپنے قومی جذبے کو اور اسلام کی عسکری روح کو اپنے آپ میں زندہ رکھ سکیں گے؟

(ماہنامہ "حکایت" لاہور جولائی 1998ء صفحہ 23 تا 26)

ملّی نغموں کے انجکشن

مکرم جناب شاہنواز فاروقی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"وطن سے محبت ایک فطری جذبہ ہے لیکن یہ جذبہ بھی خاموشی، اظہار اور عمل کا مرکب ہوتا ہے، ان میں سے کوئی عنصر کسی دوسرے کا کام سر انجام نہیں دے سکتا۔ لیکن ملی نغموں کی دن بدن بڑھتی ہوئی تعداد اس امر کا اظہار ہے کہ ہم نے اظہار کو خاموشی اور عمل کا نعم البدل بنا لیا ہے اور ہم اس پر قانع ہو گئے ہیں۔

ہم زندہ قوم ہیں، پائندہ قوم ہیں
ہم یک دل ہم یک جان
اس پرچم کے سائے تلے ہم ایک ہیں، ہم ایک ہیں
وطن کی مٹی عظیم ہے تو،
عظیم تر ہم بنا رہے ہیں گواہ رہنا
یہ وطن تمہارا ہے تم ہو پاسباں اس کے

یہ اور اسی طرح کے درجنوں ملی نغمے کس قدر خوبصورت ہیں، یہ دلوں کو چھوتے ہیں لیکن ان میں مضمر قومی جذبہ اور قومی یکجہتی کا پیغام جب ٹھوس حقائق سے ٹکراتا ہے تو دور دور تک دھواں پھیلا دکھائی دیتا ہے اور اس دھوئیں سے وطن سے محبت کرنے والے لاکھوں افراد کی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔

یہ ایک المناک صورتحال ہے لیکن اس سے بھی زیادہ المناک بات یہ ہے کہ ہمارے حکمران ان نغموں کو انجکشنوں کی طرح استعمال کرنے لگے ہیں، ادھر کوئی چھوٹا موٹا واقعہ ہوتا ہے اور ادھر کمزور صحت کے حامل قومی جذبے اور قومی یکجہتی کے جسم میں ملی نغموں کے انجکشن ٹھونسنے کی کارروائی شروع ہو جاتی ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے ملی نغموں کی بارش ہونے لگتی ہے۔...

ملی نغمے خاص دنوں (مثلاً 14۔ اگست 23 مارچ) وغیرہ اور کسی خاص الخاص قومی واقعے پر ضروری اور اچھے لگتے ہیں۔ کوئی بڑا مسئلہ سامنے آ جائے یا بڑا بحران پیدا ہو جائے تو بھی ان کی ضرورت محسوس ہوتی ہے لیکن ہمارے حکمرانوں نے ہر دن کو خاص بنا دیا ہے اور انہیں ہر دن بحران کا دن محسوس ہوتا ہے۔

ملی نغموں کا یہ غیر ضروری استعمال حکمران طبقے کی تہی دستی کی علامت ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہماوے حکمرانوں کے پاس قومی جذبے اور قومی یکجہتی کو توانا اور صحت مند بنانے کے لئے وعدوں، نعروں، اعلانات اور ملی نغموں کے سوا کچھ نہیں۔ تاہم یہ حقیقت بالکل عیاں ہو چکی ہے کہ اب نعروں، وعدوں اور ملی نغموں کے استعمال کا وقت گزر گیا ہے۔ ہمیں حقیقی معنوں میں قومی جذبے اور قومی یکجہتی کو توانا اور صحت مند بنانا ہے تو پھر ملک کے نظام کو منصفانہ اور متوازن بنانا ہوگا۔ ہمیں قومی جذبے اور قومی یکجہتی کے وہم اور نشے کی نہیں ٹھوس تجربے کی ضرورت ہے اور ٹھوس تجربہ ٹھوس نظام سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

(ہفت روزہ "فرائیڈے اسپیشل" کراچی 24 جولائی 1998ء ص 13)

ایام سیاہ

جناب ڈاکٹر محمد احسان الحق صاحب لکھتے ہیں:۔

"جس دن کسی خاندان کی بادشاہی کا جنازہ نکلے وہ دن اس خاندان کے لوگوں کے لئے یوم سیاہ ہی تو ہوتا ہے۔ ہوتا ہے نا؟ تو پانچ جولائی محترمہ بے نظیر کے لئے یوم سیاہ ہے کہ اس دن اس کے DAD کے اقتدار کا جنازہ نکلا۔ پانچ جولائی کو ذوالفقار علی بھٹو اور اس کے خاندان کے اقتدار کا جنازہ کیا نکلا کہ اس کے بعد اس خاندان کے گھر سے نکلنے والے جنازوں کی لائن لگ گئی۔

اس سال پانچ جولائی کا دن محترمہ مکرمہ بے نظیر زرداری اور ان کی لے پالک پارٹی نے حسب روایت یوم سیاہ کے طور پر منایا بی بی بے نظیر بے چاری ہمارے ملک کی سب سے زیادہ مظلوم اور سیاہ بخت سیاسی لیڈر ہیں یہ تو اپنی پارٹی اور ملک و قوم پر ان کی کرم فرمائی ہے کہ وہ صرف 5 جولائی ہی کے دن کو یوم سیاہ کے طور پر مناتی ہیں ورنہ ان کی مظلومیت اور سیاہ بختی کے حساب سے دیکھا جائے تو سال کے سارے 365 دن ان کے لئے غم و الم سے لبریز اور یوم سیاہ ہیں۔"

(ہفت روزہ "زندگی" لاہور 19 تا 25 جولائی 1998ء صفحہ 46، 47)

کشکول

جناب شاہد ہاشمی صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"فقیروں اور گداگروں کی متروکہ روایت۔ کشکول گیری۔ اب حکومتوں نے اپنا لی ہے۔ پچھلے تیس چالیس برسوں میں پیشہ گداگری اور اسوہ گداگر نوازی حکومتی سطح پر خوب پروان چڑھا ہے۔ ترقی پذیر اور ترقی ناآشنا ممالک کے حکمرانوں نے دوسری حکومتوں مالیاتی اداروں اور اپنے افراد قوم سے بھیک مانگنے (امداد اور قرض کہہ لیجئے) کو باقاعدہ پیشہ بنا لیا ہے۔ یوں تو ترقی یافتہ ممالک اور خصوصاً ان کا امام امریکہ بھی قرضوں کی معیشت پر انحصار کرتے ہیں۔ آج دنیا کا سب بڑا مقروض ملک امریکہ ہے۔ اس کی حکومت اپنے بینکوں اور مالیاتی اداروں سے جو قرض لئے ہوئے ہے وہ پاکستان کے کل قرضے سے سو گنا زیادہ ہے۔ لیکن ان کا مقروض ہونا ہماری قرض گیری سے مختلف ہے۔ ہم تو بقول غالب۔

قرض کی پیتے ہیں مے اور سمجھتے ہیں کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

مختلف اندازوں کے مطابق پاکستان کی حکومت اور اس کے ادارے اندرونی و بیرونی طور پر تقریباً تیس کھرب روپے کے مقروض ہیں۔ بعض ذمہ دار اور آزاد حلقے ان اعداد و شمار پر شک کا اظہار کرتے ہیں اور اس سے بھی زیادہ قرض کی رقم بتاتے ہیں....

ایک اندازے کے مطابق شروع سے آج تک پاکستان نے پچاس بلین ڈالر (موجودہ مارکیٹ ریٹ سے تقریباً تین ٹریلین یعنی تیس کھرب روپے) کا بیرونی قرضہ وصول کیا ہے۔ جس میں سے اب تک تقریباً اٹھارہ ارب ڈالر (مارکیٹ ریٹ سے تقریباً دس کھرب روپے) اصل اور اس سے کہیں زیادہ سود کی مد میں ادا کیا جا چکا ہے۔ اتنی بڑی بیرونی "امداد" اور قرض لینے کے باوجود ہماری معاشی و معاشرتی حالت دگرگوں ہے۔ جبکہ دوسری جنگ عظیم کے بعد مشہور عالم مارشل پلان کے تحت امریکہ نے 17۔ ارب ڈالر ملبے کے ڈھیر، مغربی یورپی ممالک کو بطور قرض دیئے تھے۔ اس رقم کی مدد سے انہوں نے کیا کچھ حاصل کر لیا یہ سب کے سامنے ہے۔ جبکہ ہم نے یہ تمام رقم یا تو کم مفید منصوبوں میں لگائی یا انہیں اپنے اسراف و تبذیر کی عادتوں کی نذر کیا اور اللوں تللوں پر لٹایا۔ ان کا بہت بڑا حصہ غبن کی نذر بھی ہوا۔ گزشتہ پینتیس چالیس سال تک ہمیں جو بیرونی قرضے ملتے رہے اور ان پر ہمارے حکمران اور ان کے مقرب حلقے جو داد عیش دیتے رہے، اس نے ساری معیشت کا بھٹہ تو خیر بٹھا ہی دیا لیکن قومی نفسیات اور عادتوں کو بھی بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ ہماری مثال ان فقیروں کی سی ہو گئی ہے جو بھوک سے مجبور ہو کر نہیں؛ بلکہ تعیش کے لئے بھیک مانگتے ہیں اور بلا شرم و حیا مانگتے ہیں۔ ہماری حکومتیں اور افسران بھی عرب شاہزادوں کی طرح شاندار عمارتوں، دفتروں، گاڑیوں، ہوائی جہازوں، ضیافتوں اور مسرفانہ مشغلوں کے اسیر بن چکے ہیں۔ ان کے منہ سے منرل واٹر اور پنج ستارہ ہوٹلوں کے طعام و قیام کے مزے کیسے چھڑائے جاسکتے ہیں؟"

(ہفت روزہ "فرائیڈے اسپیشل" کراچی 17 جولائی 1998ء ص 12 تا 14)

قرآنی چینل کی ضرورت

جناب احسن اقبال صاحب لکھتے ہیں۔

اگر ہم ذرائع ابلاغ پر نظر ڈالیں تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ انفارمیشن ٹیکنالوجی نے دنیا کو ایک عالمی گاؤں تشکیل دینے میں اہم ترین کردار ادا کیا ہے اب ایک دس سال کا بچہ چند منٹ کے اندر ان معلومات تک رسائی حاصل کر سکتا ہے جو آج سے پندرہ برس پہلے ترقی یافتہ ملک کا سربراہ اپنے تمام اسٹاف کی دن رات محنت کے بعد دو ہفتے میں حاصل کر پاتا تھا۔ دنیا بھر میں انفارمیشن کا ایک ہی سگنل سیاروں کے ذریعے دیکھا جارہا ہے جس کے نتیجے میں نئی معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی حقیقتیں پیدا ہو رہی ہیں۔ بدقسمتی سے ہم ان تکنیکی تبدیلیوں اور حقیقتوں سے چشم پوشی کر رہے ہیں جبکہ ہمیں ابلاغ عامہ کے تمام جدید طریقوں کو قرآنی فکر اور تعلیم کے اشاعت کے لئے استعمال کرنا چاہئے جیسا کہ دیگر مذاہب کر رہے ہیں اس کی ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ قرآن کا سیٹلائٹ چینل قائم ہو جو مختلف زبانوں میں قرآن کا پیغام دنیا بھر میں نشر کرے۔

(جنگ لاہور 19 جولائی 98ء ص 9)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ماخوذ

آئی ایم ایف کیا ہے؟

1930ء کی عالمی کساد بازاری کے بعد آئی ایم ایف وجود میں آیا کیونکہ اس گریٹ ڈپریشن کے بعد ساری دنیا کی معیشتیں بے حال ہو چکی تھیں۔ پیپر منی (کاغذی روپے) پر سے لوگوں کا اعتماد اٹھ گیا تھا اس لئے لوگ سونا طلب کر رہے تھے تاکہ اپنی بچتوں کو سونے میں محفوظ کر لیں سونے کی طلب اتنی بڑھ گئی تھی کہ اس کی رسد ختم ہو گئی اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے بہت سے ممالک جس میں برطانیہ بھی شامل تھا (جو اس زمانے میں معاشی طور پر سب سے مضبوط ملک تصور کیا جاتا تھا) نے گولڈ اسٹینڈرڈ کو خیرباد کہہ دیا یعنی اپنی کرنسیوں کو سونے کے ذخائر سے منسلک نہ رکھنے کا فیصلہ کیا اس طرح ایک نیا مسئلہ کھڑا ہو گیا کہ وہ ممالک جو گولڈ اسٹینڈرڈ سے منسلک تھے اور جنہوں نے رشتہ توڑ لیا تھا وہ اپنی کرنسیوں کا تبادلہ کس شرح سے کریں کچھ ملکوں نے بارٹر کا نظام رائج کرنے کی کوشش کی مثلاً ایک ریلوے انجن کے بدلے 100 ٹن کافی وغیرہ وغیرہ۔ اس سے بھی صورت حال میں بہتری پیدا نہیں ہوئی اور 1929ء تا 1932ء اشیاء کی قیمتوں میں 48 فیصد کمی ہوئی اور بین الاقوامی تجارت میں 63 فیصد کمی آگئی۔

1930ء تا 1940ء ماہرین معیشت کی متعدد میٹنگیں ہوئیں اور بالآخر امریکہ کے ڈیکسٹر وائٹ اور برطانیہ کے مینارڈ کینز نے ایک ایسے نظام کی طرف اشارہ کیا جس سے صورت حال بہتر ہو سکتی تھی یہی تھیوری بعد میں کینزین تھیوری کے نام سے مشہور ہوئی۔

جولائی 1944ء میں امریکہ کے ایک مقام بریٹن ووڈ میں انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ کو قائم کرنے کے لئے 44 ملکوں نے سائن کئے' یہ معاہدہ بریٹن ووڈ معاہدہ کہلاتا ہے۔ آئی ایم ایف نے اپنے کام کی باقاعدہ ابتداء واشنگٹن ڈی سی سے مئی 1946ء میں کی اس وقت اس کے ممبران کی تعداد 39 تھی جو اب 182 ہو چکی ہے اس کی ممبر شپ کھلی ہوتی ہے یعنی کوئی بھی ملک اس کا ممبر بن سکتا ہے ہر ممبر بننے کے بعد ایک خاص رقم دیتا ہے۔ یہ رقم کوٹہ سبسکرپشن کہلاتی ہے جو ممبر شپ فیس بھی ہے یہ رقم دراصل پول منی ہوتی ہے جس کو فنڈ ضرورت مند ملک کو قرضے کے طور پر دیتا ہے تاکہ وہ ملک اپنی مالی دشواری پر قابو پا سکے اس رقم سے یہ بھی تعین کیا جاتا ہے وہ ملک کتنی رقم قرض لے سکتا ہے یہ رقم ایس ڈی آرز (اسپیشل ڈرائنگ رائٹس) کہلاتے ہیں۔ جتنا زیادہ کوئی ملک فنڈ میں رقم دے گا اتنا ہی زیادہ رقم وہ قرض لے سکتا ہے فنڈ اپنے ممبر بننے والے ملک کی معاشی صورتحال کا اندازہ کر کے رقم کا تعین کرتا ہے۔

ملک جتنا امیر ہو گا اتنا ہی زیادہ کوٹہ ہو گا جس پر پانچ سال بعد جائزہ لیا جاتا ہے اس کے بعد اس میں کمی بیشی بھی کی جا سکتی ہے۔ 1945ء میں 35 ممبران نے 7.6 بلین ڈالر دیئے تھے 1997ء تک ممبران 200 بلین ڈالر دے چکے تھے امریکہ نے کل رقم میں سے 38 بلین دیئے جو 18 فیصد بنتا ہے جبکہ مارشل آئی لینڈ اس تنظیم کا سب سے چھوٹا ملک ہے اس نے 3.6 ملین ڈالر دیئے طاقت کے توازن کا اندازہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ امریکہ کے 265.000 ووٹ ہیں جبکہ مارشل آئی لینڈ کے 275 ووٹ ہیں۔

لوگوں کا خیال ہے کہ آئی ایم ایف بہت مضبوط ہے اور اپنے فیصلے خود کرتا ہے جو کہ بالکل غلط ہے اسے چلانے والی طاقتیں اپنے فیصلے فنڈ کو بتا دیتی ہیں جن پر وہ عملدر آمد کرواتا ہے۔ فنڈ کے 24 ایگزیکٹو ڈائریکٹر ہیں جو ہفتے میں تین بار ملتے ہیں اور پالیسیوں کو سپروائز کرتے ہیں آجکل آٹھ ایگزیکٹو ڈائریکٹر آٹھ ممالک کی نمائندگی کر رہے ہیں جن میں چین ' فرانس' جاپان ' روس ' سعودی عربیہ ' برطانیہ اور امریکہ جبکہ باقی سولہ ڈائریکٹر ان گروپ آف کنٹریز کی نمائندگی کر رہے ہیں فنڈ کا سٹاف 2200۔ افراد پر مشتمل ہے ان کا سربراہ مینجنگ ڈائریکٹر ہوتا ہے جو بورڈ کا چیئرمین بھی ہوتا ہے روایتی طور پر ورلڈ بینک کا سربراہ امریکی اور فنڈ کا سربراہ یورپی لیکن غیر امریکی ہوتا ہے اس کے علاوہ بین الاقوامی سٹاف 121 ممالک سے آتا ہے جو عموماً ماہرین معیشت شماریات' ریسرچ اسکالر' ماہرین پبلک فنانس اور ٹیکسیشن' قانون دان ' لکھنے والے اور ان کے مددگار عملے کے ممبران پر مشتمل ہوتا ہے۔

ممبر بننے کے بعد اس ملک کی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام ممبران کو یہ بتاتا رہے کہ اس کی کرنسی کی قیمت کا تعین کس طرح کیا جا رہا ہے آجکل فنڈ پر یہ ذمہ داری بھی ڈال دی گئی ہے کہ وہ ممبر ممالک کے زری نظام کی نگرانی کرے اور اس کی ویلیو کے تعین پر مشورے بھی دے۔ امیر ملکوں نے اپنی کرنسی کو فلوٹ کیا اور جیسی طلب ہوتی تھی ویسی قیمت مقرر ہونے لگی۔ خیال تھا کہ فنڈ کا اثر و رسوخ معیشتوں میں کم ہو جائے گا لیکن اصل صورت حال اس کے برعکس ہوئی اور فنڈ کا عمل دخل کہیں زیادہ ہو گیا۔ اس عمل دخل کو فنڈ سروی لینسس (Surveivlance) یا سپرویژن کہتے ہیں۔ 1978ء سے اس دخل اندازی میں بہت ہی زیادہ اضافہ ہو گیا ہے اور کوئی ممبر ملک اس کی مرضی کے بغیر اپنی کرنسی کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔

اگر زری پالیسی میں کوئی کمی ہو اور کرنسی مستحکم نہ ہو رہی ہو تو آئی ایم ایف فنڈز کو اس معیشت میں انجیکٹ کرتا ہے اور یہ کام ممبر ملک کو قرضہ دے کر کیا جاتا ہے جس طرح حال ہی میں انڈونیشیا اور کوریا کو فنڈ نے خود آفر کی کہ وہ رقم لے کر اپنے معاشی مسائل حل کریں' 1980ء کی دہائی میں فنڈ نے میکسیکو اور نوے کی دہائی میں روس کو خود رقم دی 1983ء اور 1984ء میں 28 بلین ڈالر کی رقم مختلف ممالک کو دی گئی تاکہ وہ اپنے معاشی مسئلے کو حل کریں 1995ء میں میکسیکو کو 17 بلین ڈالر دیئے اور روس کو 6.2 بلین ڈالر دیئے کیونکہ قرض لینے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اس لئے اب فنڈ دے کر ممالک سے خود قرضہ لیتا ہے اور آگے ضرورت مندوں کو دیتا بھی ہے۔

اپریل 1997ء میں ایک میٹنگ کے دوران طے کیا گیا کہ ضرورت مندوں کو رعایتی شرح پر قرض فراہم کرنے کے لئے ایساف Esaf (ایف ہانسڈ اسٹرکچرل ایڈجسٹمنٹ فیسی لٹی) کی سہولت کو مستقل کیا جائے' اس ذریعے سے جو رقم دی جاتی ہے وہ کم آمدنی والے ممالک اپنی معیشت کو سہارا دینے اور بیرونی ادائیگیوں کو بہتر بنانے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں آئی ایم ایف ایساف کے ذریعے 1980ء کی دہائی سے ترقی پذیر ممالک کو قرض دے رہا تھا۔

کل 79 کم آمدنی والے ممالک اس سہولت سے فائدہ اٹھانے کے اہل قرار دیئے گئے ہیں اہل ملک اپنے آئی ایم ایف کوٹے کے 190 فیصد تک قرض لے سکتا ہے۔

آئی ایم ایف میں طاقت

کس کے پاس ہے؟

آئی ایم ایف میں طاقت کے توازن کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ امریکہ کے 2'65'000 ووٹ ہیں جب کہ مارشل آئی لینڈ کے 275 ووٹ ہیں۔ آئی ایم ایف کو چلانے والے ممالک اپنے فیصلوں کے بارے میں فنڈ کو مطلع کرتے ہیں جو اس پر عملدر آمد کرواتا ہے۔ امریکہ ورلڈ بینک کا رقم دینے والا سب سے بڑا ملک ہے جو کل رقم کا 18 فیصد بنتی ہے۔

آئی ایم ایف قرضہ دینے کے لئے ممبر ملک کی معاشی صورت حال کا اندازہ کر کے رقم کا تعین کرتا ہے۔ لہٰذا آئی ایم ایف کی نظر میں ملک جتنا زیادہ امیر ہو گا۔ اس کا اتنا ہی زیادہ کوٹہ ہو گا۔ ہر پانچ سال بعد اس کوٹے کا جائزہ لے کر اس میں کمی بیشی کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ 1945ء میں آئی ایم ایف کے 35 ممبران نے فنڈ میں 7.6۔ ارب ڈالر دیئے تھے جبکہ 1997ء تک یہ تعداد 200۔ ارب ڈالر تک دے چکے ہیں۔

(جنگ 27۔ جولائی 98ء)

☆......☆......☆......☆

فضل احمد ساجد صاحب

محترم چوہدری محمد افضل خان مانگٹ امیر ضلع حافظ آباد

مورخہ 98-7-29 کو دوپہر 2.00 بجے کے قریب محترم محمد افضل خان صاحب مانگٹ بوجہ عارضہ قلب انتقال کر گئے۔ خاکسار کو تین سال تک ضلع حافظ آباد میں رہنے کا موقع ملا۔ اس دوران میں نے مشاہدہ کیا کہ

آپ انتہائی عاجز' خوش اخلاق تھے' ہر وقت مسکراتا ہوا چہرہ' اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے تھے۔ ہر جماعتی کام کو اپنے دنیاوی کام پر فوقیت دیتے تھے۔ بے شمار خصوصیات کے حامل اس شخص میں ایک قابل قدر خوبی یہ تھی کہ ضلع حافظ آباد کے ہر احمدی کو خواہ وہ بوڑھا ہو' جوان ہو حتیٰ کہ بچہ ہو ذاتی طور پر جانتے تھے۔ اور اس کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اور ہر ملنے والا ایسے ہی سمجھتا جیسے وہ ان کو بڑی دیر سے جانتا ہے۔ اور یہ وہ خصوصیت تھی جس نے ان کو ضلع حافظ آباد کی ہر دل عزیز شخصیت بنا دیا تھا۔ احمدی ان سے ملنے کے متمنی رہتے اور وہ احمدیوں سے ملنے کی ہر دم خواہش رکھتے اور یہی وجہ تھی کہ ضلع حافظ آباد' کی ہر جماعت میں دورہ کرنا وہ اپنے لئے فخر سمجھتے تھے۔

نماز باجماعت کے پابند' نماز تہجد باقاعدگی اور التزام سے ادا کرنے والے' اور تلاوت قرآن کریم پر کاربند' خلافت احمدیہ اور خاندان حضرت مسیح موعود سے محبت کرنے میں صف اول میں شمار ہوتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ جس دن محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ فوت ہوئے اور آپ کو اطلاع ہوئی تو فوراً فجر کی نماز پڑھ کر مانگٹ اونچا سے ربوہ کے لئے روانہ ہوئے۔ حافظ آباد شہر آکر معلوم ہوا کہ نماز جنازہ اگلے روز جمعۃ المبارک کے بعد ہے اور ابھی جمعرات کی صبح تھی۔ اور چوہدری صاحب کا بیٹا اختر زمان پانچ سال بعد جرمنی سے آ رہا تھا۔ کسی دوست نے کہا کہ امیر صاحب! جنازہ کل ہے۔ آج آپ کا بیٹا آ رہا ہے۔ اس طرح کریں کہ آج واپس مانگٹ چلے جائیں اور کل صبح ربوہ چلے جائیں۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد کہنے لگے "بیٹا تو اللہ کے فضل سے پہنچ ہی جائے گا لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ سے اسی بارہ میں (جنازہ میں شمولیت کے لئے) کوتاہی ہو جائے" یہ کہہ کر فوراً ربوہ کے لئے روانہ ہوئے۔

مہمان نوازی کی صفت اس خاندان کا خاصہ ہے۔ ویسے تو ہر آنے والے مہمان کی مہمان نوازی ہوتی ہے۔ لیکن جماعتی مہمانوں کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ اور جب' جس وقت جہاں سے بھی کوئی مہمان آ جائے کھانے سے اس کی تواضع کی جاتی ہے۔ مہمان نوازی کے لئے اس خاندان نے ایک بہترین مثال قائم کی ہے۔

باوجود ناخواندہ ہونے کے ایسی فراست فیصلہ خدا تعالیٰ نے آپ کو عطا کی تھی کہ جب آپ فیصلہ کرتے تو کسی فریق کو اعتراض کرنے کی کوئی گنجائش نہ رہتی۔ اور اپنے کام میں ایسے مخلص تھے کہ انصار اللہ' خدام الاحمدیہ' لجنہ اماء اللہ حتیٰ کہ اگر اطفال الاحمدیہ کا کوئی پروگرام خواہ تربیتی ہوتا یا تفریحی اس میں شامل ہونا اپنے لئے راحت اور بابرکت سمجھتے تھے۔

کوئی جماعتی میٹنگ' کوئی اجلاس ایسا نہ ہوتا کہ جس کی اطلاع محترم امیر صاحب کو ہو اور وہ غیر حاضر ہوں اور سوائے اشد مجبوری کے...... ہر جماعتی پروگرام پر عمل کروانے کے لئے آپ

باقی صفحہ 7 پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عالمی منظر

بنگلہ دیش میں بدترین سیلاب

بنگلہ دیش میں جولائی کے مہینہ میں شروع ہونے والا سیلاب دو ماہ تک مسلسل جاری رہا اور اپنے پیچھے ایسی تباہی و بربادی کی داستان چھوڑ گیا ہے کہ جس کو بیان کرنا بھی مشکل ہے۔ ملک کا 60 فی صد حصہ اس سیلاب سے بری طرح متاثر ہوا ہے۔ سیلاب نے ملک کے 85 ہزار مربع کلومیٹر رقبہ میں ہر سڑک' بلڈنگ اور گھر کو تہس نہس کر کے رکھ دیا ہے جن کو دوبارہ کام کے قابل بنانے کے لئے ایک بہت بڑے بجٹ کی ضرورت ہوگی۔ اس سیلاب نے پچھلے تمام ریکارڈ توڑ دیئے ہیں اور اسی نسبت سے تباہی و بربادی کے تمام ریکارڈ بھی ماند پڑ گئے ہیں۔

اس سیلاب سے اڑھائی کروڑ لوگ متاثر ہوئے ہیں۔ ایک ہزار سے زیادہ لوگ سیلاب کی نذر ہو گئے۔ لاکھوں ایکٹر رقبہ پر تمام فصلیں ختم ہو گئیں۔ تقریباً 377,000 گھر زمین بوس ہو گئے۔ 9,347 کلومیٹر سڑکیں جزوی طور پر یا کلی طور پر سیلاب میں بہہ گئیں۔ مالی لحاظ سے نقصان کا اندازہ تین کھرب ٹکہ لگایا گیا ہے۔ مویشی اور گھریلو پالتو جانور جو اس سیلاب میں ہلاک ہوئے ان کا اندازہ لگانا فی الحال مشکل ہے۔ سیلاب سے گھروں کی تباہی کے نتیجہ میں 23,458,713 لوگ بے گھر ہو گئے ہیں۔

1987ء اور 1988ء کے سیلابوں میں بھی اگرچہ ملک کا تین چوتھائی حصہ زیر آب آ گیا تھا۔ اور ان سیلابوں میں جانی نقصان بھی اس سیلاب سے بہت زیادہ ہوا تھا لیکن اس دفعہ بڑی مصیبت یہ پیش آئی کہ سیلاب بہت جلدی شروع ہوا اور دو ماہ تک مسلسل جاری رہا۔ جبکہ 1987ء اور 1988ء کے سیلاب صرف تین ہفتہ کے بعد ختم ہو گئے تھے۔

ڈھاکہ کے حالات ڈھاکہ جو کہ ملک کا دارالحکومت ہے وہاں بھی حالات نازک ہیں۔ پانی ابھی تک جگہ جگہ کھڑا ہے۔ گندگی کے انبار شہر کے مختلف حصوں میں لگے ہوئے ہیں۔ لوگوں کے پینے کا پانی گندہ اور آلودہ ہے۔ جس سے بیماریاں زور پکڑ رہی ہیں۔ اور سیلاب کے گذر جانے کے بعد سب سے بڑی مہم جو درپیش ہے وہ بیماریوں کے خلاف جدوجہد ہے۔ پیچش' دست' بخار' جگر' تنفس اور جلدی بیماریاں پھیل رہی ہیں۔ جن کا علاج جلد نہ کیا گیا تو صورت حال سنگین ہو سکتی ہے۔

بنگلہ دیش چھوٹے چھوٹے کسانوں کا ملک ہے جن کی کھڑی فصلیں سیلاب نے تباہ کر دی ہیں اور اگلی فصل بونے کے لئے بیج کی خاص طور پر کمی ہے۔ تمام بیج سیلاب میں ضائع ہو گیا ہے۔ اور اب تقریباً نایاب ہے۔

تعلیمی نقصانات بھی کم نہیں ہیں۔ 525 تعلیمی ادارے جو کہ حکومت کے زیر انتظام چلتے تھے' تباہ ہو چکے ہیں۔ جبکہ بے شمار پرائیویٹ تعلیمی اداروں کا بھی یہی حال ہوا ہے۔ بچوں کی کتابیں جو سیلاب کی نذر ہو چکی ہیں ان کا اتنی بڑی تعداد میں مہیا کیا جانا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

قحط کا خطرہ لیکن سب سے افسوسناک امر یہ ہے کہ سیلاب کے بعد قحط کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ اگرچہ بین الاقوامی کوششیں جاری ہیں لیکن دو کروڑ افراد جو کہ قحط کی زد میں ہیں ان کے لئے خوراک مہیا کرنا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ سڑکوں کی تباہی کی وجہ سے خوراک کا ہر جگہ پہنچانا اگر ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل ضرور ہے۔ بہرحال اس سلسلے میں جو تگ و دو کی جارہی ہے وہ قابل ستائش ہے۔ عالمی ادارہ خوراک سیلاب زدگان کی مدد کے لئے تقریباً دس لاکھ ٹن خوراک دے رہا ہے جو کہ اس ایجنسی کی تاریخ میں سب سے بڑے امدادی منصوبہ کا آغاز ہے۔ فوری امداد 130-سی طیارے کے ذریعے بھجوائی جارہی ہے۔ کینیڈا بھی بحری جہاز کے ذریعے بھاری مقدار میں غذائی امداد بھجوا رہا ہے۔ آئی ایم ایف نے بنگلہ دیش کو 20 کروڑ ڈالر کی امداد دینے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ تعمیر کا کام دوبارہ شروع کیا جا سکے۔ لیکن بنگلہ دیش کو متوقع امداد سے کہیں زیادہ خوراک کی ضرورت ہے جس کے لئے ابھی مزید بین الاقوامی مدد آگے آنی چاہئے۔

بہرحال اب جبکہ سیلاب اپنی تباہیاں پھیلانے کے بعد جا چکا ہے۔ یہ سوچنا ازحد ضروری ہے کہ مستقبل میں اس قسم کی تباہی سے بچا جا سکے۔ کیا یہ محض ال نینو کے سر تھوپ کر باقی تمام وجوہات کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے جو اس کی وجہ بنیں۔ آنے والے سالوں میں ایسے سیلابوں سے بچنے کے لئے گہرے غور و فکر کے بعد بین الاقوامی طور پر کوئی لائحہ عمل تیار کیا جانا چاہئے جس سے ان کا مداوا ہو سکے۔

چین کا سیلاب اس سال اگرچہ سیلاب نے سب سے زیادہ تباہی بنگلہ دیش میں مچائی ہے لیکن چین بھی کچھ پیچھے نہیں رہا۔ اور وہاں بھی اس سال سیلاب سے بہت زیادہ نقصان ہوا ہے۔ اسی طرح ہندوستان کے صوبوں اتر پردیش' مہاراشٹر اور گجرات میں بے شمار تباہی ہوئی ہے۔ بھارت میں سیلاب سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد دو ہزار سے بھی بڑھ گئی ہے۔

انسانی بے اعتدالیاں حقیقت یہ ہے کہ جہاں ان سیلابوں کے لئے قدرتی آفات بھی ذمہ وار ہیں وہاں عالمی لیول پر انسانی بے اعتدالیوں کا بھی ایک بہت بڑا حصہ شامل ہے۔ کرہ ارضی کا روز افزوں بڑھتا ہوا ٹمپریچر ہمارا ہی پیدا کردہ ہے۔ جس سے گرمی بڑھتی ہے گرمی بڑھنے سے سمندر سے اٹھنے والے بخارات کی تعداد بڑھتی ہے اور پھر یہی بخارات جب دوبارہ پانی کی شکل اختیار کر کے برستے ہیں تو لامحالہ سیلاب کی صورت تو پیدا ہوگی۔

جنگلات کی کمی دنیا کے ترقی پذیر ممالک میں جنگلات کی شرح دن بدن کم ہو رہی ہے۔ جنگلات کے درخت برسنے والے پانی کا بڑا حصہ روکے رکھتے ہیں اور اس طرح پانی کے بہاؤ میں کمی پیدا ہو جاتی ہے۔

پہلے دریاؤں کے پاٹ وسیع ہوتے تھے۔ جس کے نتیجے میں سیلابوں کا پانی اس علاقہ میں پھیل جاتا تھا اور اس کی سطح زیادہ اونچی نہیں ہوتی تھی۔ لیکن آبادی کے اضافے کی وجہ سے دریاؤں کے اردگرد کی زمینیں زیر کاشت لائی جانے لگیں یا سکونت کے لئے استعمال کی جانے لگیں اور اس طرح یہ عنصر بھی سیلابوں کے بڑھانے کا سبب بنا۔

جہاں تک بنگلہ دیش کی بات ہے تو اس ملک کا نصف حصہ سطح سمندر سے صرف پانچ میٹر بلند ہے جو کہ حفاظتی نکتہ نظر سے بہت کم ہے۔ ورلڈ بینک کے ایک سروے کے مطابق اگلی صدی کے نصف تک دنیا کا ٹمپریچر بڑھ جانے کی وجہ سے سمندروں کی سطح بلند ہو جائے گی۔ اس سروے میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بنگلہ دیش کے اردگرد واقع سمندر کی سطح 1ء8 میٹر بلند ہو جانے کا خطرہ ہے جس وجہ سے سیلابوں کا خطرہ مزید بڑھ جائے گا۔ اور ملک کی 16 فی صد زمین سمندر کی نذر ہو جائے گی۔ اس 16 فی صد زمین پر بنگلہ دیش کی 13 فی صد آبادی اس وقت رہ رہی ہے اور ملک کی کل پیداوار کا 12 فی صد اس علاقہ میں پیدا ہوتا ہے۔ جس کا ضائع ہو جانا یا ہاتھ سے نکل جانا بنگلہ دیش کے لئے ایک عظیم نقصان ہوگا۔ جس کو کوئی ملک بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

اگر عالمی درجہ حرارت اسی طرح بڑھتا رہا اور اس کے نتیجے میں سمندر کا لیول بھی اونچا ہوتا رہا تو پھر بنگلہ دیش کے سیلابوں کی کیا حالت ہو گی اس کا اس وقت اندازہ کرنا بھی مشکل ہے لیکن اگر عالمی درجہ حرارت کو بڑھانے والی گیسوں پر کنٹرول کر لیا جائے تو سیلابوں کی آفت سے بھی کچھ نہ کچھ بچت ہو سکتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس سلسلے میں کی جانے والی کوششوں کو مزید تیز کیا جائے تاکہ تمام دنیا ان کے بد اثرات سے محفوظ رہ سکے۔

☆......☆......☆......☆

بقیہ صفحہ 6

پورے ضلع کا دورہ کرتے اور جماعتوں کو یہی بات سمجھاتے کہ مرکزی پروگراموں پر عمل کرنے میں ہی برکت ہے۔ جب تک ہم مرکز سے اور خلافت سے وابستہ رہیں گے خدا کی پناہ میں رہیں گے اور اس کے بے شمار انعامات کے وارث ہوں گے۔

آخر پر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ اور ان کی خصوصیات کو ان اولاد اور خاندان میں بدرجہ اتم ودیعت کرے۔ اور ان کی وجہ سے ضلع حافظ آباد میں جو ایک عارضی خلا پیدا ہوا ہے اسے اپنے فضل سے پر کر دے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆

اطلاعات و اعلانات

درخواست دعا

○ مکرم مرزا مبشر احمد صاحب حلقہ وحدت کالونی لاہور کو چند چوٹیں آئی ہیں جس کی وجہ سے سخت تکلیف میں ہیں۔

○ مکرم مرزا عزیز احمد صاحب جہاں زیب بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کو ایک حادثہ میں چوٹیں آئی ہیں۔

○ مکرم محمد ارشد قریشی صاحب دارالرحمت وسطی ربوہ لکھتے ہیں۔

خاکسار کی بیٹی عزیزہ طیبہ قریشی اہلیہ عزیزم آصف محمود قریشی کو گذشتہ رات موٹر سائیکل کے حادثہ میں شدید چوٹیں آئی ہیں۔ اور فضل عمر ہسپتال میں داخل ہے۔

ان سب کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

☆☆☆☆☆☆

پتہ درکار ہے

○ مکرمہ عنایت بیگم صاحبہ زوجہ شیخ نظام الدین صاحب آف لاہور وصیت نمبر 21667 نے کراچی سے 1974ء میں 18۔ رینی گن روڈ لاہور کا پتہ لکھوا کر وصیت کی تھی۔ موصیہ صاحبہ عدم رابطہ ہیں۔ اگر موصیہ خود پڑھیں یا کسی کو ان کے ایڈریس کا علم ہو تو براہ کرم دفتر سیکرٹری مجلس کارپرداز کو مطلع فرمائیں۔

(سیکرٹری مجلس کارپرداز)

☆☆☆☆☆☆

بیوت الحمد منصوبہ

خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع کی جاری فرمودہ تحریک بیوت الحمد کے تحت مستحق خاندانوں کو رہائشی سہولت مہیا کرنے کی خدمت کا سلسلہ جاری ہے۔ اب تک سینکڑوں مستحق گھرانے اس بابرکت منصوبہ سے جزوی یا مکمل رہائش کی سہولت حاصل کر چکے ہیں۔ احباب کرام کی خدمت میں درخواست ہے کہ اپنے مستحق بھائیوں کو گھر مہیا کرنے کی خاطر اس تحریک میں اپنی مالی وسعت اور استطاعت کے مطابق مالی قربانی پیش کریں۔ امراء اضلاع صاحبان اور مربیان کرام کی خدمت میں اس تحریک میں شمولیت کے لئے احباب کرام سے موثر رابطے کی درخواست ہے۔ نیز مخیر احباب کے پتہ جات ارسال کرنے کی درخواست ہے تا براہ راست رابطہ بھی کیا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ سعی مشکور کی توفیق سے نوازتا رہے۔

(سیکرٹری بیوت الحمد منصوبہ)

الفضل میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں قومی اخبارات سے

ربوہ : 2- اکتوبر- گذشتہ چوبیس گھنٹوں میں
کم سے کم درجہ حرارت درجے سنٹی گریڈ
زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت درجے سنٹی گریڈ
3- اکتوبر- غروب آفتاب 5-53
4- اکتوبر- طلوع آفتاب 6-02

عالمی خبریں

پاک بھارت تعلقات نئے دور میں

بھارت کے وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی نے کہا ہے کہ پاکستان اور بھارت کے تعلقات نئے دور میں داخل ہو گئے ہیں۔ نواز شریف سے ملاقات اہم اور بامعنی تھی۔ صورت حال اب یکسر تبدیل ہو گئی ہے۔ دونوں ایٹمی قوتوں کو اپنی ذمہ داریاں سمجھنا ہوں گی۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ پاکستان کی اقوام متحدہ میں کشمیر کو بین الاقوامی مسئلہ بنانے اور اسے ایٹمی دھماکوں سے منسلک کرنے کی کوششیں بے اثر رہیں۔ مذاکرات جاری رکھنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں۔ بھارتی وزیراعظم نے کہا کہ "اہم ممالک" سے مذاکرات کامیاب ہو گئے تو سی ٹی بی ٹی پر دستخط کر دیں گے۔

خامنہ ای حکم دیں تو

ایرانی پاسداران انقلاب کے کمانڈر نے کہا ہے کہ اگر ہمارے سپریم کمانڈر آیت اللہ خامنہ ای حکم دیں تو ان کی فورس 48 گھنٹوں میں طالبان کو کچل سکتی ہے۔

پاکستان کے 28 ہزار فوجی

افغانستان کے معزول صدر ربانی کے نمائندہ نے اقوام متحدہ میں الزام لگایا ہے کہ پاکستان کے 28 ہزار فوجی افغانستان میں طالبان کے ساتھ مل کر شمالی اتحاد کے خلاف جنگ کر رہے ہیں۔ لہذا پاکستان کے خلاف اقوام متحدہ کے چارٹر کے تحت سخت کارروائی کی جائے۔

پہلے مسلمان برطانوی رکن پارلیمنٹ

برطانوی پارلیمنٹ کے پہلے مسلمان رکن محمد سرور پر الیکشن میں فراڈ کا مقدمہ چلے گا۔ محمد سرور کی لیبر پارٹی سے رکنیت گزشتہ سال جون میں ختم کر دی گئی تھی۔ ان پر الیکشن میں حریف امیدوار کو رشوت دینے کا الزام ہے۔

راس پیرو بمقابلہ کلنٹن

سابق ناکام صدارتی امیدوار ارب پتی تاجر راس پیرو نے صدر کلنٹن کے خلاف باقاعدہ ملک گیر مہم چلانے کا اعلان کیا ہے۔ انہوں نے کلنٹن کو ہٹلر، سٹالن اور صدام جیسا لیڈر قرار دیا۔

یلسن کے دن پورے ہو گئے

سابق سوویت یونین کے آخری صدر میخائل گورباچوف نے کہا ہے کہ یلسن نے جتنا وقت اقتدار میں گزارنا تھا گزار لیا۔ اب اقتدار اور ملکی پالیسیوں کا رخ تبدیل ہونا چاہئے۔

انور ابراہیم پر تشدد

ملائیشیا کے گرفتار شدہ سابق نائب وزیر اعظم انور ابراہیم پر پولیس تشدد کی عالمی سطح پر مذمت کی جا رہی ہے۔ ایک سینئر ڈاکٹر نے وزیر اعظم مہاتیر محمد کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ ان کے زخم تشدد کا نتیجہ ہیں۔

بھارت کی آبادی

تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کے نتیجہ میں بھارت 2050ء میں آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ملک ہو گا۔

بھارت کی خواتین

بھارت کی ایک سماجی تنظیم نے جو اعداد و شمار جاری کئے ہیں ان کے مطابق بھارت میں درمیانے طبقے کی 76 فیصد خواتین کی عزت محفوظ نہیں۔

ایران کے دو لاکھ فوجی

ایران نے افغانستان کے ساتھ ملنے والی سرحد پر دوسری بڑی فوجی مشقیں شروع کر دی ہیں۔ ان مشقوں میں دو لاکھ فوجی حصہ لے رہے ہیں۔ بی بی سی کا کہنا ہے کہ ان مشقوں کا مقصد طالبان پر یہ دباؤ ڈالنا ہے کہ وہ علاقے پر بالادستی کی کوششیں ترک کر دیں۔

ملکی خبریں

احتساب بنچ ٹوٹ گیا

لاہور ہائی کورٹ کا احتساب بنچ اس وقت ٹوٹ گیا جب بنچ کے ایک رکن جسٹس فقیر محمد کھوکھر نے بینظیر بھٹو اور آصف زرداری کے خلاف ریفرنسوں کی سماعت کرنے سے انکار کر دیا۔ فاضل جج نے ذاتی وجوہ پر بنچ میں بیٹھنے سے انکار کیا ہے۔ دوسرے رکن مسٹر جسٹس احسان نے معاملہ لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس راشد عزیز خان کو بھجوا دیا ہے تاکہ وہ نئے بنچ کی تشکیل کریں۔ اس سے قبل بھی بنچ ایک بار ٹوٹ چکا ہے۔ اس وقت ایک فاضل جج ریٹائر ہو گئے تھے۔ یہ بنچ سوئس اثاثوں کے سکینڈل کی سماعت کر رہا تھا۔

عدالتیں جلد فیصلے کریں

وزیر اعظم نواز شریف نے کہا ہے کہ عوام احتساب میں تاخیر کی ذمہ داری مجھ پر ڈال رہے ہیں عدالتیں جلد فیصلے کریں۔ رحمان ملک کی رپورٹ کے بارے میں انہوں نے کہا کہ 1994ء میں ہم پر یہی الزامات عائد کئے گئے تھے جس سے ہائی کورٹ نے ہمیں بری قرار دے دیا تھا۔ ہمارے اور بینظیر کے الزامات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ صدر کو رپورٹ ملی نہ تحقیقات ہوئی۔ طوطا مینا کی کہانی میں کوئی نئی بات نہیں۔

نواز بگٹی مذاکرات ناکام

وزیر اعظم نواز شریف اور جمہوری وطن پارٹی کے سربراہ نواب محمد اکبر بگٹی کے درمیان کوئٹہ میں ہونے والے مذاکرات ناکام ہو گئے۔ نواب اکبر بگٹی نے کہا کہ حکومت شریعت بل متفقہ طور پر منظور کرانا چاہتی ہے ہم چاہتے ہیں کہ حکومت ہمارے صوبائی خود مختاری کے بل کو سپورٹ کرے۔

وزیراعظم کو اکبر بگٹی کا مشورہ

اکبر بگٹی نے کہا کہ میں نے وزیر اعظم نواز شریف اور ان کی جماعت کو مشورہ دیا ہے کہ وہ 15 ویں ترمیم کو سرے سے ڈراپ ہی کر دیں۔ تو یہ سب کے لئے بہتر ہو گا۔

سرحد کے وزیر کی رکنیت ختم

صوبہ سرحد کے وزیر گیانی چند کی صوبائی اسمبلی کی رکنیت چیف الیکشن کمشنر نے ختم کر دی۔ ان کے خلاف ریفرنس اے این پی کے صدر اجمل خٹک نے دائر کیا تھا۔ ان پر الزام ہے کہ وہ اپنی پارٹی کی ہدایت کے خلاف سرحد کے وزیر بن گئے۔ ان کا تعلق اے این پی اے ہے۔

آبزرور کی رپورٹ

برطانوی اخبار آبزرور میں وزیر اعظم نواز شریف کی مبینہ کرپشن کے بارے میں رپورٹ پر بحث کی اجازت نہ ملنے پر اپوزیشن نے دوسری بار قومی اسمبلی سے واک آؤٹ کیا۔

باغی مسلم لیگی

سرحد اسمبلی کے دس باغی مسلم لیگی وزیر اعظم سے ملیں گے۔ یہ ارکان وزیر اعلیٰ سے ناراض ہیں۔

رحمان ملک چارج شیٹ

آبزرور میں وزیر اعظم کی مبینہ کرپشن کے بارے میں رپورٹ کے خالق ایف آئی اے کے معطل ایڈیشنل ڈائریکٹر جنرل رحمان ملک کے خلاف چارج شیٹ جاری کر دی گئی ہے۔ ان پر الزام ہے کہ انہوں نے سرکاری اختیارات کا ناجائز استعمال کر کے اراضی خریدی۔

فلور ملوں کی ہڑتال

پنجاب حکومت اور فلور ملوں کی ایسوسی ایشن کے درمیان ایک معاہدہ طے پا گیا ہے جس کے تحت 5- اکتوبر کو ہونے والی ہڑتال ختم کر دی گئی ہے۔

ٹیکسٹائل ملوں کی ہڑتال

ملک بھر کی 359 ٹیکسٹائل ملیں 3- اکتوبر سے ہڑتال کریں گی۔ ان کی تنظیم نے کہا ہے کہ کپاس کی برآمد سے ملوں کو مشکلات پیدا ہوں گی اور پاکستانی ملوں کو اپنی ضرورت کی کپاس نہیں مل سکے گی۔

شریعت بل بلڈوز نہیں ہو گا

وزیراعظم نواز شریف نے کہا ہے کہ ہم شریعت بل کو بلڈوز نہیں کریں گے۔ پیپلز پارٹی سے بھی رابطہ ہے۔ تمام جماعتوں سے افہام تفہیم چاہتے ہیں۔

موٹر وے پر ڈاکے

[illegible] اور بھیرہ سروس ایریا کے درمیان نقاب پوش ڈاکوؤں نے متعدد گاڑیوں کو روک کر مسافروں سے لاکھوں روپے لوٹ لئے۔

اطلاع
کرشش ویلویٹ مختلف رنگوں میں
چاہے لحاف بنائیں یا سوٹ
اکبر احمد
32/4 دارالصدر غربی ربوہ حلقہ قمر
ملحقہ کوٹھی سر محمد ظفر اللہ خان صاحب
☎ 212866

جرمن و پاکستانی ہومیو پیتھک ادویات
ہر قسم کی جرمن و پاکستانی ہومیو پیتھک ادویات، مدر ٹنکچرز، پوٹنسیاں، بائیو کیمک ادویات گولیاں، ٹکیاں، شوگر آف ملک اور ہومیو پیتھک کتب کی بارعایت خریداری کا مرکز خالی ڈبیاں اور ڈراپرز بھی دستیاب ہیں۔ 117 ادویات کا دیدہ زیب بریف کیس بھی دستیاب
کیوریٹو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو) کمپنی رجسٹرڈ گولبازار ربوہ
FAX (4524) 212299 -★- 213156 - 771 -: ☎

ربوہ کے گردو نواح اور ربوہ کے ہر محلہ میں پلاٹ مکان زرعی و سکنی زمین کی خرید و فروخت کیلئے ہمیں خدمت کا موقع دیں
نائب رسالدار (ریٹائرڈ)
ارشد خان بھٹی
پراپرٹی ایجنسی
بلال مارکیٹ (ریلوے لائن کے سامنے)
☎ آفس : 212764
گھر : 211379
ربوہ